

Welcome to Madina

گنبدِ خضرائی نظروں کے سامنے موجود ہے۔ صبح کا وقت۔ یقین نہیں آتا۔ بالکل یقین نہیں آتا۔ میرے جیسا گنہگار انسان اور مدینہ نہیں صاحب، شائد میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ پر یہ سب کچھ خواب نہیں ہے۔ مگر میرے لیے تو بھی تک خواب ہی ہے۔ ایسا سبز گنبد، جس پر سورج کی شعاعیں بھی احترام سے پڑ رہی ہیں۔ جہاں دنیا کا سب سے محترم انسان، حمیڈ ارم ہے۔ صرف چودہ سو برس سے لکھتے ہوئے بھی نظر اس سبز گنبد پر مرکوز ہے۔ جس میں محمد عربی بذاتِ خود موجود ہیں۔ عین یقین ہے۔ سب کچھ۔ مگر یقین، یکسوئی اور عملی زندگی کے درمیان ٹاک ٹویاں کھاتا ہوا میراڑ ہن۔ کچھ لکھنہیں پار ہا۔ الفاظ ساتھ چھوڑ کر، ہاتھ باندھے ہوئے مسجدِ نبویؐ کی طرف احتراماً دوڑ رہے ہیں۔ انکے ساتھ ساتھ میرا وجدان بھی۔ پوری زندگی میں ایسی کیفیت میں بتلانہیں ہوا۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔

جب فیصل آباد سے مدینہ کے جہاز میں بیٹھا تو قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ کس جگہ جا رہا ہوں۔ میری سمت کیا ہے۔ کچھ بھی علم نہیں تھا۔ رائے حسن نواز اور انکی اہلیہ طاہرہ حسن نواز، اسد اور انکی اہلیہ جو یہ اور دو معصوم سے بچے، سارہ یعنی میری اہلیہ اور انکی چھوٹی بہشیرہ، فاطمہ، ہم سب اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ہم سارے کسی نہ کسی رشتے سے فیصل آباد سے بندھے ہوئے ہیں۔ اصل بات یہ بھی ہے کہ حکم یہی تھا کہ پہلے مدینہ آؤ۔ دیکھو، سوچو اور پھر حرم پاک کا رخ کرو۔ یہ کیا رمز ہے۔ بالکل نہیں سمجھ پایا۔ مدینہ ایک پورٹ پر حد درجہ حیرانی ہوئی۔ امیگریشن کا اسی فیصد عملہ، سعودی خواتین پر مشتمل تھا۔ قبلی تہذیب اور اسلامی اقدار کے مطابق مکمل پرده۔ لیکن لہجہ میں شاشنگی اور تہذیب۔ امیگریشن پر متعین خاتون نے نقاب کیا ہوا تھا۔ چند ضروری سوالات کر کے صرف ایک فقرے میں بندتا لے کوکھوں دیا۔ مدینہ میں خوش آمدید۔ Welcome to Madina۔ بتایا گیا تھا کہ مقامی لوگ لہجہ اور عملی سفر میں اتنے سخت کوش نہیں۔ پر یہاں تو مجھے رحمت اور عجز کی سی کیفیت معلوم ہوئی۔ کسی قسم کے وقت کے بغیر ہوٹل پہنچ تو عصر کا وقت تھا۔ دارالتوحی نام کے اس ہوٹل کے کمرے میں پہنچا۔ کھڑکی سے باہر دیکھا تو بالکل سامنے مسجدِ نبویؐ کے خوبصورت بینا اور درمیان میں انتہائی خوبصورت گنبد۔ ہرے رنگ کا گنبد۔ جس نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ فکری، علمی، سماجی اور مذہبی انقلاب۔ ایک بخوبی علاقے سے مسلمان اُٹھے۔ اپنے زمانے کی سپر پاور، یعنی روم اور ایران کو فتح کر دالا۔ پندرہ سے بیس برس میں وہ کچھ ہو گیا جو دنیا میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسکے بعد آج تک دوبارہ کبھی ایسا نہیں ہو پایا۔ اسلام پوری قوت سے کرہ ارض پر فتح یاب ٹھہرا۔ یہ سب کچھ مدینہ سے شروع ہوا تھا۔ کالم لکھتے وقت بھی نظروں کے سامنے ہرے رنگ کا گنبد موجود ہے۔ عجیب بات۔ بہت عجیب بات۔ پرسرور ہی سرور ہے۔

میں، حسن نواز اور شیخو وضو کے عصر کی نماز پڑھنے مسجدِ نبوی داخل ہوئے۔ بڑے آرام سے چلتا ہوا آخری صفوں میں شامل ہو گیا۔ شروع میں ہر چیز بے رنگ سی نظر آ رہی تھی۔ اذان سے تھوڑا پہلے کا وقت تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ میرے اندر کسی قسم کے کوئی جذبات تھے ہی نہیں۔ ناخوٹی کے، نہ غم کے، نہ اضطراب کے اور نہ انہاک کے۔ کوئی بھی کیفیت نہیں تھی۔ لا تعداد دروازوں سے آن گنت لوگ مسجد میں

داخل ہو رہے تھے۔ ہر رنگ، ہر سل کے، ہر قامت اور ہر قسم کے۔ لباس بھی حدرجہ مختلف بلکہ متفاوت تھے۔ کوئی پینٹ کورٹ میں ملبوس تھا۔ کسی نے عربی جبے زیب تن کر رکھا تھا۔ کوئی رنگ دار افریقی چونے میں موجود تھا تو کوئی کرتا شلوار یا کرتے پجا میں ملبوس۔ خواتین کیلئے الگ دروازے تھے۔ مگر نہ بھی ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسلیے کہ جنس کی تفریق مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔ تمام انسان، ایک ہی رنگ میں رنگ ہوئے تھے۔ نا کوئی مرد تھا اور نہ ہی کوئی عورت۔

ایک دم، موذن کی اذان شروع ہوئی۔ میں محمد ہوتا چلا گیا۔ حضرت بلال کے جبوتے سے بلند ہوتی ہوئی صدا۔ میر اتمام حسم اور ذہن برف کا بن گیا۔ حدرجہ خوبصورت آواز۔ دس منٹ بعد جب ”قد قامت الصلوٰة“ کی تکبیر ہوئی تو میں بکھرنا شروع ہو گیا۔ نماز شروع ہوتے ہی ایسے لگا کہ ہزاروں ذروں میں تبدیل ہو چکا ہوں۔ ہر ذرہ، مقتدری ہے اور ہر ذرہ ہوا میں رقص کر رہا ہے۔ یہ محترم رسول کا دربار ہے۔ حد ادب۔ مگر میں تو ابھی ادب کی بنیادی دلیل پر بھی نہیں پہنچ پایا تھا۔ نماز جس طرح ادا کی، اس کیفیت کو عرض کرنا حدرجہ مشکل ہے۔ ناممکن ہونے تک۔ مگر بتانے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ انسان اپنے اندر کے جذباتی سمندر کے ہر قطرے کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس میں استطاعت ہی نہیں ہے۔ میں تو حدرجہ عاصی انسان ہوں۔ پھر روزہ رسول، مسجدِ نبوی میں حاضری۔ کیسے اور کیونکر۔ جواب ملا کہ رحمت کا حساب ہے، ہی نہیں۔ گناہوں کا حساب تو ہے مگر اب رحمت لا محدود ہے۔ پتہ نہیں یہ جواب کس نے دیا۔ ہر گز ہر گز علم نہیں۔ بہر حال اس عجیب سی لذت میں نماز کا وقت گزر گیا۔ جماعت ختم ہونے کے بعد کوئی بھی نہ اٹھا۔ کافی حیرانی ہوئی کہ نماز تو ختم ہو گئی۔ میں بھی خوف اور تقلید میں بیٹھا رہا۔ رعب کا لفظ شام زیادہ بہتر ہے۔ ایک دم موذن نے عربی میں کچھ کہا۔ تمام لوگ دوبارہ کھڑے ہو گئے۔ دراصل یہ نمازِ جنازہ تھی۔ دو چار منٹ کے بعد سب نے سلام پھیرا۔ محسوس ہوا کہ یہ کتنے خوش قسمت لوگ ہیں۔ جنہیں مرنے کیلئے ”رسول عربی“ کا شہر ملا۔ جنکی نمازِ جنازہ مسجدِ نبوی میں ادا ہوئی۔ جس میں ہر وقت لاکھوں لوگ ہوتے ہیں۔ اس متبرک زمین پر دفن ہونا بھی اُخروی اعزاز ہے۔ خوش قسمت مردے، بہت خوش قسمت! بہر حال چند دنوں کیلئے یہ معمول بن گیا تھا۔ تقریباً چار دن۔ حدرجہ حیرت انگیز معمول۔

ہاں! شام کو حسن نواز عالم لوگوں میں کھانا تقسیم کرتا تھا۔ اسے سبیل کا نام دیا گیا تھا۔ شام کو دارالتوی ہوٹل کے آخر میں، شیخو، اسد، حسن اور میں کھڑے ہوئے۔ جیسے ہی ڈبے تقسیم ہونے لگے۔ ایک دم لوگ خود بخود آن پہنچے۔ آنا فاماً سارے ڈبے تقسیم ہو گئے۔ ویسے میں سبیل پر صرف ایک دفعہ ہی جاسکا۔ کھانا دیکھ کر ہم مسلمانوں میں ضبط ختم ہو جاتا ہے۔ ہر جگہ ایک جیسا عالم ہے۔ پہلے چوبیں گھنٹے مجھے کسی قسم کی تھکن نہ ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ دوسرے دن تھکن کے آثار عارضی طور پر نمودار ہوئے اور پھر یک دم ختم ہو گئے۔ دارالتوی ہوٹل کا میں دروازہ مسجدِ نبوی کے بالکل ساتھ ہے۔ جس کمرے میں، میں اور میری اہلیہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں سے گبید خضرا ی ہر دم نظر آتا رہا۔ رات کو اس درجہ روشنیاں ہوتی تھیں کہ آنکھیں چند صیاجاتی تھیں۔ اس درجہ خوبصورتی اور مودب رونق کے بیان سے باہر ہے۔ دل چاہتا تھا کہ انسان اس خوبصورت روشنی کو اپنی روح کے اندر سمو لے۔ اندر کے خوفناک اندھیرے ختم کر ڈالے۔ پتہ نہیں میں اس میں کامیاب ہو سکا ہوں یا نہیں۔ سوال یہ بھی ہے کہ اندر کی تاریکی ختم کس طرح ہو۔ مسجدِ نبوی کی روحانی روشنی سے بہتر اور کوئی

مداو نہیں۔ اذان کی آواز سنائی دی۔ مگر ابھی تو فجر کا وقت نہیں ہوا، یہ تہجد کی اذان ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ تہجد پڑھنے کیلئے بیقرار رہتے ہیں۔ عجیب نظارہ حد درجہ محترم۔ پھر دو گھنٹے بعد فجر۔ لوگوں کا ایک سیالاب تھا جو ہمہ وقت اس عظیم المرتب جگہ سے فیضیاب ہوا رہا تھا۔ میری اہلیہ، سارہ پر عجیب سی کیفیت تھی۔ وہ ہر وقت مسجدِ نبوی میں رہنے پر مُصر تھی۔ تہجد سے فجر تک، پھر دو پھر سے عشاء تک۔ یہ کیفیت پہلے کبھی بھی نظر نہیں آئی۔ انکی نیند نہ ہونے کے برابر تھی۔ ویسے یہ کیفیت حد درجہ اہم بھی اور شاہزاد رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہونے کی دلیل بھی۔ اگلے دن ریاض الجنة جانے کا ارادہ کیا۔ میں اور حسن نواز تقریباً ایک گھنٹہ لوگوں کے ہجوم میں انتظار کرتے رہے۔ ایسے لگا کہ کھڑے کھڑے صدیاں گزر گئیں۔ ہر طرف لوگوں کے لبوں پر درود وسلام تھا۔ ریاض الجنة میں نفل ادا کرتے ہوئے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ میں زار و قطار روئے لگ گیا۔ اتنے محترم مقام پر، جہاں تھوڑی دور رسول گریم کی موجودگی ہے۔ وہاں کیا ضبط اور کیسی بناؤٹ۔

تیسرا دن زیارات کا موقعہ ملا۔ احمد کا پہاڑ اور میدانِ جنگ۔ چیل بھور اساما میدان، جہاں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کا کلیج جبایا گیا تھا۔ اس پورے میدان کے ارد گرد ایک دیوار بنا دی گئی ہے۔ اندر، ہر معاملہ بالکل اسی طرح چھوڑ دیا گیا ہے، جیسے اصل میں تھا۔ ملحق مسجد میں نفل ادا کر کے اسی میدانِ کوغور سے دیکھتا رہا۔ جنگِ احمد کا پورا منظر آنکھوں کے سامنے آ راستہ ہو گیا۔ یہاں اس گرد کے ذرے ضرور موجود ہوئے گے جو رسولؐ کی خاک پا ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ اسد، جو یہ اور انکے دونوں بچے بھی انہاک سے دیواروں کی جالیوں سے اندر دیکھ رہے تھے۔ ہماری گاڑی کا ڈرائیور، جو خود ساختہ گاڑی بھی تھا، کافی باتیں بتاتا رہا۔ میرے کان مکمل طور پر بند ہو چکے تھے۔ جو کچھ پڑھا تھا، مجسم سامنے تھا۔ پھر بائیں جانب احمد کا پہاڑ۔ اس پر لوگ ہی لوگ تھے۔ وہی درہ، جہاں مسلمان دستے نے رسولؐ کے حکم کو تسلیم نہ کرتے ہوئے، مالِ غنیمت کی جانب قدم بڑھادیے تھے اور حضرت خالد بن ولید نے جنگ کا پانسا مسلمانوں کے خلاف پلٹ ڈالا تھا۔ ویسے مسلمان آج بھی دوسروں کے مال کو مالِ غنیمت سمجھ کر کھانے میں مصروف کا رہیں۔ یہ جانتے نہیں کہ رسولؐ کا حکم اس جنگ کیلئے بھی موثر تھا اور آج بھی۔ ہم لوگوں نے اپنی نیتوں کو نہتا چھوڑ ڈالا ہے اور ہوس زر میں مصروف کا رہیں۔ عجیب تضاد ہے۔ احمد کے پہاڑ سے نکلے تو جنگِ احزاب کی جگہ پر چلے گئے۔ رسول کریمؐ کے خیمه کی جگہ آج بھی ایستادہ ہے۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جنگی خیموں کے نشانات ابھی تک محفوظ ہیں۔ البتہ خندق پر سڑک بنا دی گئی ہے۔ ویسے اگر سعودی حکومت، خندق کو اپنی اصل حالت میں برقرار رکھتی تو قدرے بہتر تھا۔ مگر سعودی حکومت کے مزاج میں حد درجہ سختی ہے۔ شاہزادِ ششگی کی حد تک۔ امام بخاریؓ نے جس جگہ قیام کیا، اس جگہ سفید رنگ کی چھوٹی سی مسجد ہے۔ اسے بند کھا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح، ہر طرح کے مقدس نشانات کو قفریاً ختم کیا جا پکا ہے۔ بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ مگر عجیب سی کیفیت ہے۔ معلوم نہیں کیوں۔ کچھ بھی نہیں لکھ پا رہا۔ صرف ایک جملہ کا نوں میں بار بار صدادے رہا ہے Welcome to Madina۔